مدینۃ المسیح

امید کی جاتی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اس مہینہ کے اخیر تک تشریف فرمائے دارالامان ہونگے۔ ٹھیک تاریخ کا ابھی تک علم نہیں ہو سکا:۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری اور مولوی محمد یار صاحب ۲۶- ستمبر کو بھنگواں ضلع گورداسپور مناظرہ پر گئے ہیں۔ قادیان سے اور بھی بہت سے احباب شامل ہو رہے ہیں:۔

مولوی عبید اللہ صاحب بسمل تاحال بیمار ہیں۔ احباب دعا فرمائیں:۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آیت کریمہ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ کی لطیف تفسیر

۲۷- نومبر ۱۹۰۱ء کی ایک تحریر

اگرچہ اس دار الابتلاء میں خدا تعالےٰ نے اولاد کو بھی فتنہ میں ہی داخل رکھا ہے۔ جیسا کہ اموال کو۔ لیکن اگر کوئی شخص صحت نیت کی بنا پر محض اس غرض سے اور سراسر اس درد اور فکر سے طالب اولاد ہو کہ تا اس کے بعد اس کی ذریت میں سے کوئی خادم دین پیدا ہو جس کے وجود سے اس کے باپ کو بھی دوبارہ ثواب آخرت کا حصہ ملے۔ تو خاص اس نیت اور اس جوش سے اولاد کا خواہشمند ہونا نہ صرف جائز بلکہ اعلےٰ درجہ کے اعمال صالحہ میں سے ہے۔ جیسا کہ اس خواہش کی تحریک اس آیۃ کریمہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ واجعلنا للمتقین اماما۔ لیکن سچ سچ اور واقعی اور حقیقی طور پر یہی جوش پیدا ہونا۔ اور اسی قلبی جوش کی بنا پر اولاد کا خواہشمند ہونا اُن ابرار و اخیار کا کام ہے۔ جو اپنے اعمال خیر کے آثار باقیہ دنیا میں چھوڑ جانا چاہتے ہیں لیکن ابنائے روزگار کی رسم اور عادت کے طور پر خواہشمند اولاد ہونا اور یہ خیال رکھنا کہ ہماری موت فوت کے بعد ہماری زخارف دنیا کی ہماری اولاد وارث بنے اور شرکاء ہماری جائداد کے قابض نہ ہونے پائیں۔ بلکہ ہمارے بیٹے ہمارے ترکہ پر قبضہ کریں اور شریکوں سے لڑتے جھگڑتے رہیں۔ اور ہمارے مرنے کے بعد دنیا میں ہماری یادگار رہ جائے۔ یہ خیال سراسر شرک اور فساد اور سخت معصیت سے بھرا ہوا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ جب تک یہ خیال دل میں سے دور نہ ہووے۔ کوئی شخص سچا موحد اور سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جس وقت وہ دیکھتا ہے۔ کہ ایک قلبی حالت کا آدمی اس کے دین کی خدمت کے لئے اپنا کوئی وارث چاہتا ہے۔ تو اللہ جلشانہ اس کو ضرور کوئی وارث عنایت کرتا ہے۔ اسکی دعائیں پہلے ہی سے قبول شدہ کے حکم میں ہوتی ہیں (الحکم ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

الجماعۃ الاحمدیہ فی البلاد العربیہ

افسوسناک خبر

۲۵ - اگست سنہ ۱۹۳۰ء کو مکرمی جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کی طرف سے میرے اکلوتے بھائی بشیر احمد صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر بذریعہ تار ملی - بچپن سے لے کر اس وقت تک کے حالات یاد کر کے چشم پُر آب ہوگیا - ایسے وقت میں قلبی کیفیت کا اظہار آنکھ ہی کرتی ہے - احمدی احباب یہ خبر سُنکر نہایت افسردہ ہوئے - بھائی مرحوم مجھ سے قریباً تین سال بڑے تھے - آپ نے مدرسہ احمدیہ کی دوسری جماعت تک تعلیم حاصل کی تھی - پھر والد صاحب کے ساتھ گھر کے کاروبار میں مشغول ہوگئے اور اس وقت تک اُن کے پاس ہی تھے - جس کی وجہ سے میں والد صاحب اور والدہ صاحبہ کی طرف سے بالکل مطمئن البال تھا - مرحوم سادہ طبیعت - شرمیلے - خوش خلق اور مجھ سے نہایت محبت و احترام سے پیش آیا کرتے تھے - آخری دو سال آپ نے بیماری اور صحت میں گزارے - کبھی مرض سے افاقہ ہو جاتا - اور کبھی مرض عود کر آتا - آخر ۲۳ - اگست کو تقریباً ۳۳ - ۳۴ سال کی عمر میں اس دار فانی کو الوداع کہکر عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - آپ نے چار بچے چھوڑے ہیں - اللہ تعالےٰ انہیں خادم دین بنائے - اور مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے - اللھم اغفرلہ وادخلہ جنتہ واکرم نزلہ - میں تمام احباب کی خدمت میں اُن کی مغفرت کے لئے دُعا کی پُرزور درخواست کرتا ہوں اور یہ کہ اللہ تعالےٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ؛

ایک بات جو سلسلہ سے تعلق رکھتی ہے - عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں - وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت طاعون کے ایام میں مرحوم بیمار ہوگئے - خیال کیا گیا - کہ طاعون ہے - کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک یہ خبر پہونچا دی - جمعہ کے دن والد صاحب قادیان آئے - تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے والد صاحب سے فرمایا - کہ سُنا ہے - کسی بچہ کو طاعون ہوگیا ہے - والد صاحب نے بیماری کی کیفیت کو بیان کیا - اور کہا - کہ اب بچہ کو آرام ہے - تو حضور نے فرمایا - کہ اس کا نام طاعون نہیں ہے اس کو وہ دھوکہ کہتے ہیں - نیز فرمایا - کہ جس کو میں جانتا ہوں - اُس کو بھی طاعون نہیں ہوتی - اور جو مجھے جانتا ہے - اُسے بھی طاعون نہیں ہوتی - چنانچہ اللہ تعالےٰ نے بھائی کو جلد ہی صحت عطا فرمائی ؛

اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان

جس وقت مجھے تار ملا - اُس کے نصف گھنٹہ بعد قاضی اور پانچ مشائخ مع چالیس اوباشوں کے میفا سے کبابیر گاؤں میں پہونچ گئے - اور شور مچایا - کہ ہم مباحثہ کے لئے آئے ہیں - میں نے دل میں کہا - کہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان ہے - میں بھی اس وقت میدان حرب میں ہوں - اس وقت مجھے سب ہموم و غموم کو چھوڑ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیئے - احمدی احباب نے اگرچہ گفتگو سے روکا اس ڈر سے کہ کہیں فساد نہ ہو جائے لیکن میں نے کہا - اگر میں ان کے سامنے نہ گیا - تو کہیں گے - کہ بھاگ گئے اس لئے ہم اُن سے گفتگو کے لئے گئے - پہلے قاضی سے گفتگو شروع ہوئی - پھر اس کے بعد دوسرے شیخ سے جو مصر سے بلایا گیا تھا - مگر وہ عصبی المزاج - تیز طبیعت دوسرے کی بات ہی نہ سُنتا تھا آخر میں نے اُسے کہا - تم جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہو - بیان کرلو - پھر میں اس کا جواب دُونگا - تقریباً آدھ گھنٹہ تک مہدی و دجال و حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق روایات خرافیہ بیان کرتا رہا - جب میری باری آئی - تو پھر نہ سُنے - کہنے لگا - جو کچھ تم بیان کرو گے - وہ سب مردود ہے - میں نے کہا - پھر تم یہاں آئے کس لئے ہو - دُنیا میں کونسا عقلمند ہے - جو دوسرے کی بات سُننے سے قبل ہی حکم لگا دے تب تم احقاق حق کے لئے نہیں آئے - احمدی احباب اس سے سخت برافروختہ ہوئے - اور مجھ سے کہا کہ ہمیں ایسے لوگوں سے مباحثہ کی ضرورت نہیں ہے - مگر حاضرین کے کہنے پر تین چار دفعہ میں نے تقریر شروع کی لیکن وُہ سُننے کے لئے تیار نہ ہوئے - آخر احمدیوں نے مجھ سے سخت اصرار کیا - کہ اب آپ ان لوگوں سے خطاب ہی نہ کریں - اس پر گفتگو ختم ہوگئی - نتیجہ خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھا رہا - کیونکہ مشائخ نے سارا زور اس بات پر لگایا - کہ میں تقریر نہ کروں - جس سے وُہ سمجھ گئے - کہ حق ہمارے پاس ہے - ورنہ وُہ بھی ہماری تقریر ویسے ہی سنتے - جیسے ہم نے خاموشی سے ان کی تقریر سُنی - آخر خائب و خاسر جیسے آئے تھے - ویسے ہی واپس گئے ؛

مصر کی طرف سفر

پریزیڈنٹ و سکرٹری جماعت احمدیہ مصر و مولوی محمد نواز صاحب کی طرف سے خطوط آئے ہیں - جس میں انہوں نے مجھے مصر جانے کے لئے تحریر کیا ہے - اس لئے میں ۳۱ اگست سنہ ۱۹۳۰ء کو مصر جا رہا ہوں - احباب سے دُعا کے لئے عاجزانہ درخواست ہے - وہاں میرا پتہ فی الحال - القاہرۃ شارع محمد علی نمبر ۱۴۱ ہوگا - والسلام خاکسار جلال الدین شمس احمدی - حیفا - فلسطین ؛

جلسہ ہائے سیرت نبی کریمؐ کے موقعہ پر انعام

سنہ ۱۹۲۹ء کی مجلس مشاورت کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریک فرمائی تھی - کہ سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں کے موقعہ پر غیر مسلم اصحاب سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے متعلق مضامین لکھائے جایا کریں - اور سب سے عمدہ مضمون لکھنے والے احباب کو انعامات دئے جایا کریں - جس سے ان کی عزت و حوصلہ افزائی ہو - اور اس طرح آئندہ کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کو خاص وابستگی ہو جایا کرے - انعامات کی رقم جمع کرنے کے متعلق حضور نے فرمایا تھا - کہ جس طرح شہزادہ ویلز کے لئے تحفہ تیار کرنے کے وقت کیا گیا تھا - اسی طرح تھوڑے تھوڑے چندہ سے جو ایک آنہ فی کس ہو - انعام کی رقم جمع کی جائے - تینوں انعاموں کی مجموعی رقم دو سو بیس ۲۲۰ مقرر ہوئی تھی - افسوس ہے - کہ سال گذشتہ اس قسم کے انعاموں کے مقابلہ کے لئے مضامین مطلوبہ تعداد میں موصول نہ ہوئے اور مقابلہ کنندگان کی تعداد کی کمی کی وجہ سے کوئی صاحب بھی انعام حاصل نہ کرسکے - مگر اب کے سال ارادہ ہے - کہ کم از کم پندرہ مضامین آنے پر انعامات تقسیم کئے جائیں - اور اوّل - دوئم - سوئم تین انعامات تمغوں یا کسی اور مناسب صورت میں دئے جائیں ؛

پس چاہیئے - کہ ہمارے احباب اس امر میں خاص کوشش کر کے غیر مسلم اصحاب کو اس امر پر آمادہ کریں - کہ وُہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور آپؐ کی تعلیم کی خوبیوں اور اُس کے پاکیزہ اثرات پر مجموعی طور پر روشنی ڈالیں - اور وضاحت کے ساتھ اس عنوان پر مضامین لکھیں - "عرفان الٰہی اور محبت باللہ کا وُہ عالی مقام - جس پر آنحضرت صلعم دُنیا کو قائم کرنا چاہتے ہیں - اور آپؐ اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے" ؛

دوستوں کو یہ بات اچھی طرح سے نوٹ کرلینی چاہیئے - کہ جلسوں کا وقت نہایت ہی قریب آگیا ہے - اس لئے بار بار یاددہانی کی توقع ہم سے نہ رکھیں - بلکہ نہایت تندہی اور کوشش سے اس کام میں لگ جائیں - اور انعامی مضامین حاصل کر کے ۱۵ - اکتوبر تک ہمیں بھیجدیں - تبلیغی سکرٹری صاحبان خاص طور پر اس امر کو نوٹ کرلیں - کہ یہ بات اُن کے فرائض میں داخل ہے ؛

نیز دوستوں کو چاہیئے - کہ ایک ایک آنہ کے حساب سے چندہ جمع کر کے ۱۵ - اکتوبر تک یہ رقم بھی یہاں بھیج دیں - دو سو بیس ۲۲۰ روپے کی رقم کوئی بڑی نہیں ہے - اس تحریک میں بچے - جوان بوڑھے اور عورتیں سب شامل ہوسکتے ہیں ؛

سکرٹری ترقی اسلام قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۳۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۰ء | جلد ۱۸

مسلمان زمینداروں سے ایک ضروری گذارش

اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کریں

غفلت کا وقت گذر چکا۔ اب کام کرنے کا زمانہ ہے۔ اب وہی قوم زندہ رہ سکے گی۔ جو زندہ رہنے کی کوشش کریگی اور اس کے لئے مقدور بھر جدوجہد کرے گی۔ وگرنہ جو لوگ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں۔ اور آرام سے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ ان کو اچھی طرح یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئیے کہ وہ دن دور نہیں۔ جب ان کے کھنڈرات پر دوسری زندہ اور جوش عمل رکھنے والی اقوام کی پُرشوکت اور شاندار عمارتیں تعمیر ہوں گی۔

ہندوستان کے اندر اس وقت سخت جنگ جاری ہے۔ ہندو یہاں کلیتہً اپنا اقتدار اور تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے وہ ہر ممکن ذریعہ سے کوششیں بھی کر رہے ہیں۔ جن میں سے ایک جس پر وہ آج کل بہت زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔ یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ اپنی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ اور اس طرح اکثریت کے بل پر یہاں اپنی حکومت قائم کی جائے۔ اور جوں جوں مردم شماری کے ایام قریب آ رہے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی کوششیں زیادہ سے زیادہ وسعت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔

اس امر سے کون آگاہ نہیں۔ کہ ہندو مذہب کسی غیر کو اپنے اندر جذب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کی تعداد ملک کے اندر پہلے ہی اس قدر بڑھی ہوئی ہے۔ کہ اگر وہ اس میں مزید اضافہ نہ بھی کریں۔ تو بھی انہیں کوئی چنداں نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ وہ اپنے مذہبی احکامات کو پس پشت ڈال کر اور اپنی اکثریت پر قناعت نہ کرتے ہوئے اس پہلو پر بہت زیادہ زور دے رہے ہیں۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہوگا۔ اگر وہ مسلمان کہ جن پر اسلام کی تبلیغ واشاعت فرض قرار دی گئی ہے۔ اور جو اس سے تساہل اور تغافل کے لئے خدا تعالےٰ کے سامنے جوابدہ ہونگے۔ اور پھر ملک کے اندر جن کی قلت اور کمی اس امر کی متقاضی ہے۔ اور جو اپنے دنیوی مفاد کی نگرانی بھی اپنی تعداد میں معتدبہ اضافہ کرنے کے سوا ہرگز نہیں کر سکتے۔ اس کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور اخروی عقوبت اور دنیوی نقصانات سے یکسر آنکھیں بند کر کے اپنی تباہی و بربادی کے مناظر کا مشاہدہ کرتے رہیں۔

اس کے لئے ہم نے جہاں تک ممکن تھا۔ مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے۔ اور ہمارے علاوہ اور بھی بعض دردمند اس کام کی اہمیت کو واضح کرتے رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اسوقت تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اور کوئی ایسا نظام مرتب نہیں کیا گیا۔ جسے دیکھتے ہوئے یہ خیال کیا جا سکے۔ کہ مسلمانوں نے اس معاملہ میں کوئی عملی قدم بھی اٹھایا ہے۔ مگر کام کرنے والے انجمنیں اور سوسائٹیاں نہیں ڈھونڈا کرتے۔ اور مسلمانوں کی غفلت۔ آرام طلبی۔ تن آسانی اور باہمی افتراق کو مدنظر رکھتے ہوئے فی الحال کسی تنظیم کی کوئی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے ہم پھر ایک بار ان اصحاب کو جو اس معاملہ کی اہمیت کو پوری طرح سمجھ چکے ہیں۔ توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ اس کے متعلق اپنے فرض کو پہچانیں۔ اور جو کچھ اس سلسلہ میں کر سکتے ہوں۔ کریں۔ کیونکہ اجتماعی اور متحدہ کوششوں کے انتظار میں انفرادی قوت عمل سے فائدہ نہ اٹھانا دانشمندانہ فعل نہیں۔

اس تحریک کے اول مخاطب ہمارے دیہاتی زمیندار بھائی ہیں۔ وہ اگر چاہیں۔ تو اس کے متعلق بہت کچھ کر سکتے ہیں وہ ستم رسیدہ اور مظلوم لوگ جو ہندوؤں کی بے پناہ ستم آرائیوں کے طفیل حیوانات سے بھی زیادہ ذلیل اور مردود قرار دئے جا چکے ہیں۔ اگر ہمارے زمیندار دوست ان کے زخمی دلوں پر مرہم رکھیں۔ ان سے انسانیت کا سلوک کریں۔ اور ان کے جسمانی اور روحانی ارتقاء میں دلی شوق سے حصہ لیں۔ تو یہ امر جہاں ان کے لئے نجات اخروی کا موجب ہوگا۔ وہاں دنیاوی طور پر بھی اس کے فوائد اور نتائج یقیناً ان کے لئے نہایت خوشکن ہونگے۔

ہر فرد ملت کا فرض ہے۔ کہ ملی ترقی میں پورا پورا حصہ لے۔ اور ہمارے زمیندار بھائی چونکہ سیاسی طور پر ان قربانیوں اور کوششوں میں شریک نہیں ہو سکتے۔ جن کے مواقع شہروں میں بسنے والوں کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اگر وہ اس نہایت ہی ضروری اور بے حد اہم معاملہ کی طرف متوجہ ہونگے تو وہ یقیناً اپنا ایک ضروری فرض ادا کرنے والے ہونگے۔ جو بحیثیت امت مسلمہ کا ایک فرد ہونے کے ان پر عائد ہوتا ہے احمدی زمیندار بھائیوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کے لئے خود بھی حتے الامکان کوشش کریں۔ اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس طرف توجہ دلائیں۔ اور کوشش کر کے ان لوگوں کو جنہیں اچھوت سمجھا جاتا ہے۔ اپنے ساتھ ملا لیں۔

ہندوستان کی تجارتی تباہی

اس وقت تک تو یہی خیال تھا۔ کہ تحریک کانگریس سے صرف بمبئی میں ہی تجارت کو زیادہ نقصان پہنچا ہے لیکن کلکتہ کے کسٹم ڈیپارٹمنٹ نے ماہ اگست کی درآمد و برآمد کی جو رپورٹ شائع کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں بھی برا حال ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ کلکتہ سے جولائی میں جو مال غیر ملکوں کو بھیجا گیا تھا۔ اس کی قیمت تخمیناً آٹھ کروڑ تھی۔ لیکن ماہ اگست میں وہ صرف ۷ کروڑ رہ گئی۔ گویا ایک مہینے کے عرصہ میں ایک کروڑ کی کمی واقع ہو گئی۔

کانگریسی یہ تو شور مچا رہے ہیں۔ کہ اس تحریک سے انگلستان کو اس قدر نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن یہ نہیں بتاتے کہ ہندوستان کی اپنی کیا حالت ہے۔ اور اسے کس قدر عظیم نقصان ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ انگلستان کے سوداگروں کے لئے یہ تحریک بہت نقصان رسان ثابت ہوئی ہے۔ لیکن وہ بہت مالدار ملک ہے۔ اور وہاں کے تاجروں میں اتنی ہمت وطاقت ہے۔ کہ وہ ایسے ناموافق حالات کا مقابلہ ایک عرصہ تک کرنے کے بعد بھی کاروبار کو جاری رکھ سکیں لیکن ہندوستان کے تاجر اس حوصلہ کے مالک نہیں۔ اور ان کے لئے کوئی نقصان اٹھانے کے بعد دوبارہ کاروبار کو جاری کرنا بہت مشکل بلکہ بعض صورتوں میں ناممکن ہے۔

گول میز کانفرنس اور ڈاکٹر مونجے

گول میز کانفرنس کے لئے جن لوگوں کو دعوت دی گئی ہے ان میں ڈاکٹر مونجے بھی شامل ہیں۔ جو خیر سے کانگریسی ہیں۔ اور کانگریس کی تحریک سول نافرمانی میں عملی طور پر حصہ لے چکے ہیں اور سرکاری رکھ میں سے بغیر اجازت گھاس کھودنے کی پاداش میں جیل خانہ بھی ہو آئے ہیں :۔

کانگریس گول میز کانفرنس کے متعلق جو رویہ رکھتی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی کانگریسی کو زیبا نہیں۔ کہ وہ اس میں شامل ہو۔ لیکن ڈاکٹر مونجے اعلان کر چکے ہیں۔ کہ وہ ضرور شامل ہونگے اس خیال سے کہ لوگ آپ پر کانگریس سے غداری کا الزام نہ لگائیں۔ ایک طرف تو یہ کہکر کہ میں وہاں مسلمانوں کے مطالبات کی پُر زور مخالفت کروں گا۔ ہندوؤں کے منہ پر مہر خاموشی لگانا چاہتے ہیں۔ اور دوسری طرف حد درجہ تلبیس سے کام لیتے ہوئے اعلان کر رہے ہیں۔ کہ میں ڈاکٹر سپرو وغیرہ ماڈریٹوں کے زور دینے سے شرکت کانفرنس پر آمادہ ہوا ہوں :۔

لیکن خدا بھلا کرے ڈاکٹر سپرو کا۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کا یہ دعوٰی بھی چلنے نہ دیا۔ اور صاف طور پر اعلان کر دیا ہے۔ کہ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کبھی ایسی ترغیب نہیں دی۔ بلکہ میں تو گذشتہ مارچ سے کبھی ان سے ملا بھی نہیں ہوں :۔

اول تو ڈاکٹر سپرو کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مونجے صریح جھوٹ بول رہے ہیں۔ لیکن اگر بفرض محال اس امر کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ ڈاکٹر مونجے کو ان کی طرف سے ترغیب بھی دی گئی ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا ایک کانگریسی کے لئے یہ جائز ہے۔ کہ کانگریس کے کریڈ کے خلاف محض ایک فرد واحد کے کہنے سے جس کا کانگریس سے کوئی تعلق بھی نہ ہو۔ گول میز کانفرنس میں شامل ہو جائے۔ ہمارا تو خیال ہے۔ کہ اگر حکومت اور بھی کانگریسی لیڈروں کے چند ایک لوگوں کو دعوت دے دیتی۔ تو وہ بھی بغیر کوئی بہانہ پیش کرنے کے ضرور وہاں پہونچ جاتے۔ اور اگر کوئی اور راہ نظر نہ آتی۔ تو مسلمانوں کی مخالفت کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر وہاں جانے پر تو کانگریس کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا :۔

کانگریس نے ہتھیار ڈال دیئے

کانگریس کی ان بے ہودہ اور غیر دانشمندانہ کارروائیوں میں سے جو اس نے ملک کے اندر جاری کیں۔ ایک پکٹنگ کی تحریک بھی تھی۔ ہندوستان ایسے غریب اور قلاش ملک کا کروڑہا روپیہ کپڑے کی قیمت کے طور پر غیر ممالک میں جا چکا تھا۔ لیکن کانگریس نے حکم دے دیا۔ کہ اس کپڑے میں سے ایک اینچ بھی فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔ بہتیرا سمجھایا گیا۔ کہ کم از کم موجودہ مال تو فروخت ہونے دیا جائے۔ تا تاجروں کا روپیہ بیکار نہ رکا رہے۔ لیکن کانگریس کی تحریک اس وقت پورے جوبن پر تھی۔ اور ایسی درخواستوں پر غور کرنے کی فرصت کانگریس کے مطلق العنان رہنماؤں کو کہاں تھی۔ مگر جوں جوں عوام الناس کانگریس کی اصلیت وحقیقت اور اس کے پیش کردہ پروگرام کی نامعقولیت سے واقف و آگاہ ہو رہے ہیں۔ اور گرفتار ہونے کے بعد معافیاں مانگ کر اور آئندہ اس شورش سے علیحدہ رہنے کے مواعید کر کے رہائی حاصل کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی پبلک بھی اس کے جابرانہ اور ظالمانہ احکام کی متابعت سے انکار کر رہی ہے۔ اسے بھی اپنی قدر معلوم ہوتی جا رہی ہے۔ اور اس نے آہستہ آہستہ اپنے مقررہ مقام سے کھسکنا شروع کر دیا ہے۔ اس کی تازہ مثال یہ ہے۔ کہ امرتسر میں نہایت معمولی اور برائے نام فیس وصول کر کے تاجران پارچہ کو اپنا موجودہ سٹاک فروخت کرنے کے لائسنس عطا ہو رہے ہیں :۔

کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر ابتدا میں ہی اس کی اجازت دے دی جاتی۔ اور آج کانگریس کو پسپا ہو کر اس طرح ندامت اور پشیمانی نہ اٹھانی پڑتی۔ ہمیں کامل یقین ہے۔ کہ اسی طرح بہت ہی تھوڑے عرصہ میں اس ہنگامہ آرائی۔ فساد انگیزی اور شورش کے تمام بادل چھٹ جائیں گے۔ اور مطلع صاف ہو جائے گا۔ لیکن اس وقت کانگریس کی قدر وقیمت بالکل زائل ہو چکی ہوگی :۔

مسلمانوں میں کانگریس کا رسوخ

ہندو پروپاگنڈا کے لئے مسلمانوں کو بھی کانگریس کے حامی ہی ظاہر کیا کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہی لکھتے ہیں۔ کہ سوائے چند ایک "ٹوڈی" مسلمانوں کے سب کے سب مسلمان کانگریس میں شامل ہیں لیکن واقعات نے ہمیشہ اس سراسر بے بنیاد اور غلط دعوے کی تغلیط کی ہے۔ تازہ واقعہ یہ ہے۔ کہ لاہور کے مسلم شہری حلقہ سے کونسل کی ممبری کے لئے ملک محمد الدین صاحب بیرسٹر اور خواجہ فیروز الدین صاحب امیدوار تھے۔ کانگریسیوں نے ان کے مقابلہ کے لئے ایک کمہار معراج الدین نام کو کھڑا کر دیا۔ زمیندار نے مسلم مفاد سے آنکھیں بند کر کے اور اپنے ہندو آقایان ولی نعمت کی خوشنودی مزاج اور رضا جوئی کی خاطر اس کے حق میں بہت زور و شور سے پروپاگنڈا کیا۔ لیکن باوجود اس کے اس غریب کو صرف ۵۸ ووٹ مل سکے۔ حالانکہ خواجہ فیروز الدین صاحب کو ۴۴۴۲۔ اور ملک محمد الدین صاحب کو ۱۳۷۴۔ ووٹ حاصل ہوئے جو اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ نہ صرف یہ کہ کانگریس کے احکام کا ہی مسلمانوں پر کوئی اثر نہیں۔ بلکہ وہ مسلمان اخبارات بھی جو اندھادھند کانگریس کی تقلید اپنے ایمان کا جزو قرار دے رہے ہیں۔ عامۃ المسلمین میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتے

کانگریس سکھوں کے آگے جھک گئی

سکھوں کا ایک فریق عرصہ سے مطالبہ کر رہا تھا۔ کہ ان کا [illegible] قومی جھنڈے میں شامل کر لیا جائے۔ اور جب کانگریس نے اس مطالبہ کو منظور کرنے میں لیت ولعل کیا۔ تو سکھوں کی اس پارٹی نے کانگریس سے علیحدگی کا اعلان کر دیا :۔

اب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ :۔

"پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۷۔ ستمبر میں اکثر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹیوں کی ان سفارشات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کہ قومی جھنڈے میں زعفرانی رنگ کی شمولیت کے حق میں تھیں۔ سارے پنجاب کے اندر قومی جھنڈا میں زعفرانی رنگ کا اضافہ کر دیا ہے۔ اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی سے بھی یہ سفارش کی ہے۔ کہ وہ سارے بھارت ورش میں ایسا ہی کر دے۔" (ملاپ ۲۳۔ ستمبر)

کیا یہ حیرت کا مقام نہیں۔ کہ سکھوں کی ایک قلیل جماعت اپنا ایک مطالبہ پیش کرتی ہے۔ اور پھر اسے منظور بھی کرا لیتی ہے لیکن مسلمان متحدہ و متفقہ طور پر بھی کانگریس کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکے :۔

دراصل بات یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے باہمی نفاق اور انشقاق ان کے اندر قوت عمل کا فقدان اور اپنے حقوق کے تحفظ سے لاپرواہی وبے اعتنائی نے ہندوؤں کو دلیر کر دیا ہے اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ان کی ہستی کو اس قدر جرأت اور بے باکی سے نظر انداز کر رہے ہیں۔ ورنہ اگر چند لاکھ کی تعداد رکھنے والے سکھوں کا ایک قلیل حصہ کانگریس کو باایں ادعائے شوکت و دبدبہ اپنے مطالبات کے آگے سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ توحید کے وہ شجاع اور غیور فرزند جو کئی بار دنیا پر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جس طرف انہوں نے مونہہ اٹھایا۔ فتح وظفر ہمیشہ بڑھ بڑھ کے ان کے قدم لیتی رہی ہے۔ اس بات کا تہیہ کر کے اٹھیں کہ اپنے حقوق کو ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ اور ہندو اسی تمرد اور غرور سے انکار پر اڑے رہیں :۔

آنحضرت صلعم افضل الانبیاء کیوں ہیں؟

انبیاء علیہم السلام اپنے ذاتی کمالات۔ نیک اخلاق پاک نمونہ وقوۃ قدسیہ اور آسمانی علوم سے بنی نوع انسان کو ہدایت فرماتے ہیں۔ اور اس کی ترقی کے بلند مینار کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں۔ اور اس وجہ سے ان میں سے بلحاظ درجات وہی ارفع اعلےٰ وافضل ہونگے۔ جن کی زندگی مخلوق خدا کے لئے بہترین نمونہ ہوگی۔ اور جن کی تعلیم ہر قسم کی انسانی ضرورت کو پورا کرنے والی اور کیفیت وکمیت کے لحاظ سے اکمل واتم ہوگی۔

اس اصول کی بناء پر جب ہم دنیا کے مذاہب اور بانیان مذاہب کے سوانح پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو صرف سید المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اکمل اتم اور افضل ثابت ہوتے ہیں۔ دیگر انبیاء ومصلحان کی زندگی کی تاریخ ہی صفحہ دنیا سے ناپید ہے۔ تاریخ دانوں نے انکی ہستی سے ہی انکار کر دیا۔ افسانہ کے طور پر ان کے حالات وواقعات جو کچھ ملتے ہیں۔ ان سے ان کو ہادی اعظم ماننا تو درکنار بعض دفعہ با اخلاق انسان ماننا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ ان کی تعلیم کسی طرح بھی عالمگیر حیثیت نہیں رکھتی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود سے بھی بہت سے مصنفین نے انکار کر دیا۔ اور لکھا۔ کہ اس نام کا کوئی آدمی ہی دنیا میں نہیں ہؤا۔ پھر افسانہ کے طور پر ان کے جو حالات ملتے ہیں۔ وہ صرف تیس سالہ زندگی کے ہیں۔ پھر ان کا نمونہ بھی تو مایوس کن ہی ہے۔ اپنی والدہ سے کلام کرتے ہیں۔ تو گستاخی سے۔ درخت کے پاس جاتے ہیں۔ تو بے وقت پھل نہ دینے کی وجہ سے درخت کو لعنت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کی تعلیم بھی ناقابل عمل ہے۔ اسی وجہ سے تمام عیسائی دنیا نے ان کی تعلیم کو عملاً ترک کر دیا ہے۔ موسےٰ علیہ السلام کی زندگی اور تعلیم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو انکے نمونہ اور تعلیم بھی سوائے خاص حالت کے فائدہ مند ثابت نہیں ہوتی۔ علےٰ ہذا القیاس مصلحان ہند۔ فارس۔ چین وغیرہ تمام دنیا کے بانیان مذاہب اور انکی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ بلحاظ نمونہ اور تعلیم سے وہ اکمل واتم نظر نہیں آتے

اس کے خلاف ہمارے آقا ومولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے افضل اتم واکمل ہیں۔ قیامت تک غلامان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تمام مذاہب والوں پر فخر کرینگے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تمام حرکات۔ سکنات اور پیدائش سے لے کر وفات تک کے واقعات کی صحیح تاریخ موجود ہے۔ پھر آپ اپنی زندگی میں ایسے حالات سے گذرے ہیں۔ کہ آپ ہر انسان کے لئے نمونہ ہیں۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں۔ کہ جس میں آپ نمونہ نہ ہوں۔ بچوں کے لئے۔ جوانوں کے لئے۔ بوڑھوں کے لئے۔ عابد وزاہد کے لئے۔ امیر وغریب کے لئے۔ فاتح ومفتوح کے لئے۔ بادشاہ اور رعایا کے لئے۔ منصف اور مدبر کے لئے۔ جرنیل وسپاہی کے لئے آپؐ بہترین نمونہ ہیں۔ اور کسی دوسرے نبی کی وہ شان نہیں۔ جو آپ سے ہر شعبہ زندگی میں ظاہر ہوئی۔

آپؐ کا بے نظیر بچپن

ابو طالب کی ایک لونڈی شہادت دیتی ہے۔ کہ بچپن ہی میں آپؐ باوقار۔ اور سوال سے نفرت کرتے تھے۔ چنانچہ جب گھر کے دوسرے بچے کھانے کی اشیاء پر آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ تو آپ علیحدہ خاموش بیٹھے رہتے۔ جو کچھ دیا جاتا۔ خوشی سے لے لیتے۔ کبھی مانگ کر کھانا تناول نہ فرماتے۔ اسی طرح ابو طالب فرماتے ہیں۔ کہ لم ار منہ کذبة ولا ضحکا ولا جاھلیة ولا وقفا مع الصبیان۔ میں نے آپکو جھوٹ بولتے ہوئے یا ہنسی مذاق کرتے ہوئے۔ جاہلیت کے کام کرتے ہوئے اور بازاری لڑکوں سے میل جول رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپؐ بچوں کے لئے کامل نمونہ تھے۔

آپؐ کے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے آپ کو بڑوں کی نگاہ میں بھی خاص عزت حاصل تھی۔ چنانچہ عبدالمطلب صحن کعبہ میں فرش بچھا کر بیٹھتے تھے۔ کسی کو فرش پر جانے کی اجازت نہ تھی۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑی خوشی سے اپنے ساتھ بٹھا لیتے تھے۔

بچپن کی زندگی میں ہی آپؐ میں نیکی اس قدر نمایاں تھی کہ بحیرہ راہب پر بھی عیاں ہو گیا تھا۔ کہ آپؐ کوئی معمولی انسان نہیں۔ بلکہ دنیا کے ہادی اعظم ہونے والے ہیں۔

آپؐ کی بے نظیر جوانی

زمانہ شباب جو بالعموم ضلالت کا زمانہ ہؤا کرتا ہے اس وقت بھی آپ کے اندر سے انوار کی شعاعیں نکلکر دنیا کی تاریکی کو دور کرتی تھی۔

آپؐ ہمیشہ غرباء ومظلومین کی مدد فرماتے تھے۔ اور مخلوق خدا کی خدمت کو اپنی زندگی کا ایک عظیم الشان مقصد خیال فرماتے تھے۔ حلف الفضول کا ممبر بننا اس امر کی ایک روشن دلیل ہے۔ حضرت خدیجہ جنہیں آپکی بیوی ہونے کی وجہ سے آپ کے تمام حرکات اور سکنات کا گہرا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ شہادت دیتی ہیں۔ انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علیٰ نوائب الحق۔ آپؐ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں۔ بیکسوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ آپؐ سے وہ نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ جو بالکل معدوم تھیں۔ ہمیشہ آپؐ مہمان نوازی اور مصیبت زدگان کی امداد فرماتے ہیں۔

قوم میں آپؐ کی نیکی کا اثر اس قدر تھا۔ کہ آپؐ کو امین اور صادق کا خطاب دیا گیا۔ اور قومی تنازعات میں آپ کو حَکَم مقرر کرتے تھے۔ حجر اسود کے رکھے جانے کے وقت جب عین صحن کعبہ میں خون کا دریا بہہ جانے کو تھا۔ لوگوں نے آپؐ ہی کو حَکَم مانا اور آپ ہی کے دانشمندانہ فیصلہ نے قوم کو ہلاکت سے بچا لیا۔

انگریزی کا مشہور مقولہ ہے۔ کہ

a man is known by the company he keeps.

اور قبل از دعویٰ نبوت آپ کے رفقاء سب کے سب نیک تھے۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حاکم بن حزام کی نیکی تمام قوم میں مسلم تھی۔ اور یہی آپ کے دوست تھے۔ اور ان پر آپ کی نیکی کا اثر اس قدر تھا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دعویٰ کو سنتے ہی آپؐ پر ایمان لے آئے جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ چالیس سال کی طویل زندگی میں مشاہدہ کر چکے تھے۔ کہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم راستباز انسان ہیں۔

جوانی میں انسان بالعموم عورتوں کے عشق میں جاہ وعزت اور مال ودولت کی طلب میں مخمور رہتے ہیں۔ مگر سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی عبادت میں مصروف اور خدا کے عشق میں مخمور تھے۔ آپؐ آباد بستی کو چھوڑ کر غار حرا میں جا کر علیحدگی میں اپنے اوقات عبادت وذکر الٰہی میں گذارتے تھے۔ اور لوگوں نے یک زبان ہو کر یہ شہادت دی۔ کہ عشق محمد ربہ۔

دعویٰ نبوت کے بعد جب آپ نے قریش کو کوہ صفا پر بلا کر دریافت کیا۔ کہ اگر میں کہوں۔ کہ اس پہاڑی کے نیچے سے لشکر آرہا ہے۔ تو تم مان لوگے۔ یا نہیں۔ اس پر تمام لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ ابوسفیان کی شہادت ہرقل کے پاس امیہ ابن خلف کی شہادت واللہ ما نکذب محمد اذا حدث اور ابوجہل جیسا انسان جو آپ کے خون کا پیاسا تھا۔ اس کا اقرار انا لا نکذبک بل نکذب ما جئت بہ یہ تمام واقعات مضبوط دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ کی جوانی کی زندگی نہایت مقدس زندگی تھی۔ اسی لئے رب العلٰی نے اسے آپ کی صداقت کے لئے بطور شہادت پیش کیا ہے جیسے کہ فرمایا:۔ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون۔

الغرض سرور کائنات سید ولد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن اور جوانی کی زندگی میں نیک اعمال و اعلیٰ اخلاق اور مقدس صفات کا ایسا اظہار فرمایا۔ جو بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ہیں۔

بے نظیر ہمت و استقلال

دعوئے رسالت کے بعد اسوہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ آپ پر مصائب و شدائد کے زلازل اور خطرات و ابتلاؤں کے طوفان آئے۔ مگر آپ نے انتہائی ہمت و بہادری سے ان سب کو برداشت کیا۔ اور کبھی ایک ذرہ بھی اپنے عظیم الشان مقاصد اور فرائض میں تزلزل نہیں دکھایا۔ ایسے خطرناک حملے ہوئے۔ کہ جس سے اس تیئیس سالہ زندگی میں تقریبًا ہر لمحہ ایک موت آپ پر وارد ہوئی۔ آپ کا گلا گھونٹا گیا۔ زہر دیا گیا۔ آپ پر پتھر برسائے گئے۔ بادشاہ کی طرف سے آپؐ کو قتل کرنے کی غرض سے جلاد بھیجا گیا۔ تمام قوم نے مل کر آپؐ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ کو جلاوطن کیا گیا۔ آپ کو گالیاں دی گئیں۔ آپ پر گندگی پھینکی گئی۔ مگر آپ ثابت رہے۔ بلکہ اپنے خدام کے اندر بھی یہی روح پھونک دی۔ آپؐ کے خدام کو جلاوطن کیا گیا۔ جلتی ہوئی عرب کی ریتلی زمین پر عین نصف النہار کے وقت لٹا کر سینہ پر پتھر رکھے گئے۔ اور پیٹا گیا۔ آپؐ پر ایمان لانے والی ایک خاتون کے اندام نہانی میں نیزہ مار کر اس کو قتل کیا گیا۔ آپؐ سے اور آپؐ کے خدام سے مقاطعہ کیا گیا۔ متواتر حملے پر حملے ہوئے۔ مگر کبھی بھی آپ نے اپنے مقصد کو پورا کرنے میں کمزوری نہیں دکھائی۔ اس کے علاوہ آپ کے قدموں میں عرب کی حکومت رکھے بے بہا مال و دولت اور خوبصورت عورتیں پیش کی گئیں۔ مگر دنیا کی کوئی چیز آپؐ کو اپنے مضبوط ارادہ سے نہ ہٹا سکی۔

دنیا کے تمام مصلحان اور انبیاء کی تاریخ کی ورق گردانی کرو کہیں بھی یہ عزم و استقلال و ثابت قدمی نہ پاؤ گے۔ اور یقینًا آپ افضل الانبیاء ثابت ہوگے۔

عدیم النظیر عفو

اسی طرح آپ نے عفو کا عظیم الشان نمونہ دکھایا۔ مثال کے طور پر ہم واقعہ فتح مکہ کو لیتے ہیں۔ متواتر تیس سال سے وحشیانہ مظالم کرنے والے آپ سے کیا توقع رکھ سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے لا تثریب علیکم الیوم کہکر سب کو معاف کر دیا۔ آپؐ کے عفو کی ایک اور مثال یہ ہے۔ کہ ایک درخت کے نیچے تن تنہا لیٹے ہوئے ہیں۔ آپؐ کے جانی دشمن نے آپؐ کو قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی۔ آپ نے اللہ کا نام لیا۔ تلوار قاتل کے ہاتھ سے گر گئی۔ اور آپؐ نے اسے اٹھا لیا۔ اور باوجود اسے قتل کرنے پر قادر ہونیکے اسے معاف فرما دیا۔ یہ ہے۔ عفو کا نمونہ جس سے آپ سید الاولین اور آخرین ہونے کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

جود و سخا

آپؐ کی سخاوت کو لیا جائے۔ تو آپ بارش کی طرح سخاوت کرنے والا ثابت ہوتے ہیں۔ آپ غریب تھے۔ مگر خدا نے بادشاہ بنا دیا۔ آپؐ کے پاس بے بہا مال آیا۔ مگر آپؐ نے سب تقسیم کر دیا۔ اور خود ہمیشہ فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اور اس لحاظ سے بھی اور کوئی نبی آپؐ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

امن پسندی

آپ کی امن پسندی ملاحظہ ہو۔ کہ آپ تیرہ سال تک مظالم برداشت کرتے رہے۔ مگر تلوار نہیں اٹھائی۔ جب وطن مالوف سے اپنی جان لیکر بھاگ گئے۔ تب بھی دشمنان نے پیچھا نہ چھوڑا اور دفاع کے طور پر آپؐ کو تلوار اٹھانی پڑی۔ مگر جب بھی صلح کا موقع آیا۔ آپ نے خطرناک شرائط قبول فرماتے ہوئے بھی صلح قبول کر لی۔ صلح حدیبیہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے۔

شجاعت

آپؐ کی شجاعت کو لیجئے۔ غزوہ حنین میں جب سارا لشکر بھاگ گیا۔ آپؐ نے اپنی ہی سواری کو دشمنوں کی طرف پھیرا۔ اور فرمایا:۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ اسی طرح غزوہ اُحد میں بھی جب تمام لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ تو آپ اکیلے کھڑے رہے۔ زخمی ہوئے۔ مگر پیٹھ نہ دکھائی آپؐ کے متعلق صحابہ کرام کی شہادت ہے۔ کہ آپؐ سب سے زیادہ بہادر تھے۔

عورتوں سے نیک سلوک

آپؐ اہلی اور معاشرتی زندگی کا بہترین نمونہ تھے گھر کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اور ازواج مطہرات کسی وقت اگر تلخی سے کلام کرتیں۔ تو نہایت وقار سے برداشت کرتے۔ آپ نے عورت کی عزت کو دنیا میں قائم کیا۔ آپ سے قبل عورتوں کو جانوروں سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا۔ مگر آپ نے انہیں انسانی حقوق عطا فرمائے۔ پچیس سال کی عمر میں چالیس سالہ کی بیوہ سے شادی کی۔ تاکہ بیوہ سے شادی کرنے کی قابل نفرت بد رسم دنیا سے اُٹھ جائے۔ آپ نے طلاق شدہ عورت سے شادی کی۔ تاکہ مطلقہ جو بے پناہ ہوا کرتی تھی۔ اُن کی شادی کا نمونہ دے سکیں۔ غریب پروری کے لئے ایسی عورت سے بھی شادی کی۔ جو کبیر السن ہونے کی وجہ سے زوجہ ہونے کے حقوق بھی ادا نہ کر سکے۔

تعلق باللہ

آپ کے تعبد اور تعلق باللہ دیکھتے ہیں۔ تو آپؐ کو آفتاب کی طرح چمکتا ہوا پاتے ہیں۔ سوتے جاگتے۔ اُٹھتے بیٹھتے اور بول و براز کے وقت حتیٰ کہ صحبت کے وقت بھی اپنے مولیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں۔ اور ہر وقت ذکر الٰہی اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ نماز پنجگانہ۔ اشراق وضحیٰ۔ قیام اللیل روزہ وغیرہ مختلف طریقہ سے اپنے تمام فرائض کو ادا کرتے ہوئے خدا کی عبادت میں اپنی زندگی گذارتے ہیں۔

الغرض ہمارے سید و مولیٰ نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو پیدائش سے لیکر وصال تک مطالعہ کرو۔ تو آپ کو شمس الضحیٰ سے زیادہ چمکتا ہوا اکمل اتم و افضل اسوہ پاؤ گے۔ اور آپ کی دیگر تمام انبیاء پر وہی فوقیت نظر آئیگی۔ جو ایک کالج کے پرنسپل کو کسی پرائمری کے مدرس پر ہو سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی تعلیم ہر زمانہ ملک و قوم کے انسان کو اسی زمانہ میں اقتصادی۔ تمدنی۔ ذہنی اخلاقی و روحانی ترقیات کے کمال تک پہنچانے میں بے مثال ہے قسام ازل نے دُنیا کے محسن رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل کیا۔ اور معجزانہ رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے رنگ میں محفوظ کرایا۔ کہ ساڑھے تیرہ صدیوں کے طویل زمانہ کی گردش اس پر کوئی اثر ڈال نہیں سکی۔ آج تمام دُنیا میں وہی محفوظ قرآن ایک نقطہ کے تغیر کے بغیر موجود ہے اور قیامت تک اسی طرح رہیگا۔ پھر فصاحت۔ بلاغت اور اعلےٰ تعلیم کے لحاظ سے بھی یہ اکمل و اتم ہے۔ قرآن کریم نے تمام دنیا کو باواز بلند چیلنج دے رکھا ہے۔ کہ اس جیسی چند آیات ہی کوئی پیش کرے۔ دُنیا نے تجارتی۔ صنعتی۔ اقتصادی ترقی میں انتہائی کمال حاصل کیا۔ علوم و فنون کے نئے نئے انکشافات کی حیرت انگیز طاقت کا اظہار کیا۔ نئی نئی ایجادوں سے اپنی قابلیت کا اظہار کیا۔ مگر آج تک قرآن کریم کی چند آیات کی نظیر پیش کرنے سے عاجز رہی۔

شاہانِ مغلیہ کی مسیحی اور یہودی بیگمات

شاہانِ مغلیہ کی ہندو رانیوں کے حالات تو عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے۔ لیکن ان کی مسیحی بیگمات کے حالات کا علم شاید کم لوگوں کو ہوگا۔ اِس لئے ان میں مشہور و معروف بیگمات کے حالات اختصاراً درج کئے جاتے ہیں۔

ایپریل یا مسیحی بانو بیگم

یہ مسیحی خاتون امیر تیمور صاحبقران کی بیوی تھی۔ یہ ۱۳۵۲ء میں شہر ابی (فرانس) میں جسے اب کوگنی کہتے ہیں۔ پیدا ہوئی۔ بچپن میں ہی اس کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اور دادی نے اسے تعلیم دلوائی۔ تیرہ برس کی عمر میں اس کی شادی ایک مسیحی سے کردی۔ جس سے ایک بچہ بھی پیدا ہؤا۔ لیکن چونکہ اس کی طبیعت جھگڑالو تھی۔ اس لئے اَن بَن ہوگئی۔ اور یہ اطالیہ آگئی۔ یہاں آکر اس نے ایک مسلمان سے شادی کرلی۔ لیکن یہاں بھی نباہ نہ ہوسکا۔ وہاں سے یہ قاہرہ کی طرف آرہی تھی۔ کہ راستہ میں قزاقوں نے گرفتار کرلیا۔ اور ان سے یہ کسی اور واسطہ سے امیر تیمور کے دربار میں پہنچی۔ امیر کو اس کی شکل و شباہت اور قطع و وضع پسند آئی۔ اور اس سے شادی کرلی۔ یہ بیگم اس کی سب سے زیادہ چاہیتی بیگم سمجھی جانے لگی۔ مذہب کے معاملہ میں اس سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ یہاں بھی یہ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہونے لگی۔ تمام حرمسرائے میں اسکی سخت گیری اور ناشائستہ حرکات سے ایک تہلکہ مچ گیا۔ اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہؤا جس کا نام اس نے کامگار رکھا۔ اور یہ مشہور کرنے کی کوشش کی۔ کہ امیر نے اسے ہی اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے۔ لیکن وہ تین برس کی عمر میں مر گیا۔ جس پر اس نے محل میں ایک قیامت برپا کردی۔ بیگمات پر اسے زہر دینے کا الزام لگایا۔ بہت مقدمہ ہؤا۔ اطباء کی شہادت سے اس کا دعویٰ جھوٹ ثابت ہؤا جس پر امیر کو سخت غصہ آیا۔ اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ مگر یہ یکایک بیمار ہوگئی۔ امیر کی طبیعت پھر نرم ہوگئی۔ اور اس نے اپنے خاص طبیب حبیب آفندی سے علاج کرایا۔ مگر جانبر نہ ہوسکی۔ ذہین اور طباع بہت تھی۔ سوائے فرانسیسی اور عربی کے کوئی اور زبان نہ جانتی تھی۔

انطاکیا بیگم

یہ بیگم جلال الدین میراں شاہ ابن تیمور صاحبقران کی بیوی اور احمد سعید وزیر خزانہ کی بیٹی تھی۔ ل مین صاحب نے لکھا ہے۔ کہ احمد سعید اصل میں یہودی تھا۔ صرف ظاہراً مسلمان تھا۔ انطاکیا کو اس نے اسکندریہ میں تعلیم دلوائی۔ کیونکہ وہاں یہودیوں کا ایک بہت بڑا مدرسہ تھا۔ اس نے علم میں بہت ترقی کی۔ مگر ساتھ ہی اس کے اندر تعصب بھی بڑھتا گیا۔ اور مسلمان اور مسیحیوں سے اسے دلی نفرت ہوگئی۔ اسلام کے متعلق بہت بُرے خیالات رکھتی۔ اور سخت بے ہودہ گوئی سے کام لیتی تھی۔ شعر بھی موزون کرتی تھی۔ اس کے اشعار ۱۳۸۹ء میں شیراز میں جمع کئے گئے۔ اور ۱۷۸۲ء میں وینس میں طبع ہوئے۔ اس کی علمی شہرت سُنکر میراں شاہ نے احمد سعید سے کہا۔ کہ تم اپنی لڑکی کو یہاں کیوں نہیں بلاتے۔ وہ تاڑ گیا۔ اور بُلاکر اسے فوراً شاہ کے پیش کیا۔ اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہوگئی۔ لیکن میراں شاہ کو اس کا قطعاً کوئی علم نہ تھا۔ کہ یہ متعصب یہودیہ ہے۔ جب اس کا پتہ لگا۔ تو اس کی طبیعت منغص ہوگئی۔ یہ خاتون اسلام کی سخت مخالفت کرتی تھی۔ اس لئے میراں شاہ نے اس کے محل میں آنا بند کردیا۔ احمد سعید چونکہ دنیادار آدمی تھا۔ اور اس رشتہ کو اپنے رسوخ میں اضافہ کا ذریعہ جانتا تھا۔ اس نے لڑکی کو بہت سمجھایا۔ لیکن وہ ایک نہ مانی۔ اس زمانہ معتوبیت میں اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام معیبت ہے۔ جس میں کچھ اپنے اور کچھ سلطان کے حالات درج ہیں۔ ایک دِن میراں شاہ نے بلاکر اسے کہا۔ کہ تم نے اور تمہارے باپ نے مجھے سخت دھوکہ دیا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا۔ کہ تم یہودی ہو۔ اور اسلام کے متعلق تمہارے دِل میں اس قدر عناد۔ تعصّب اور مخالفت ہے۔ تو میں کبھی بھی تم سے شادی نہ کرتا۔ اس پر اس نے سختی اور درشتی سے جواب دیا۔ کہ میری یہ بدقسمتی تھی۔ کہ مَیں ایک مسلمان کے پالے پڑ گئی۔ اور ساتھ ہی اسلام۔ بانیٔ اسلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے۔ جس سے میراں شاہ کو اشتعال پیدا ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ اس نے اسے قتل کرادیا۔ اور پھر آگ میں جلایا۔ اور اس کی راکھ سنڈاس میں پھینکوادی۔ احمد سعید بھی کہیں روپوش ہوگیا۔ اور اس کا کوئی سراغ نہ لگا۔

کیتھی رائن یا جان عالم بانو بیگم

یہ بیگم سلطان محمد مرزا ابن جلال الدین میراں شاہ کی بیوی تھی۔ یہ ۱۳۸۸ء میں یونان کے ایک شہر پیٹن میں پیدا ہوئی۔ اس کا باپ لوتھر ایک علاقہ کا حکمران تھا۔ لیکن شادی سے قبل اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کی طبیعت نہایت سخت تھی۔ اور بدمزاج حد درجہ کی تھی۔ ایک جنگ میں اس کی سختی کو دیکھکر اس کے اپنے افسروں نے ہی اسے قید کردیا۔ یہ قید سے بھاگ اقریطس پہنچی۔ اور وہاں سے ہندوستان ہوتی ہوئی سمرقند جا پہنچی۔ محمد میرزا کو بھی خبر ہوئی۔ کہ یونان کی ایک شہزادی آئی ہے۔ اس نے اسے بُلایا۔ اور اپنے محل میں ٹھہرایا۔ یہ روز دربار میں حاضر ہوکر مغربی ممالک کے قصے سنایا کرتی تھی۔ شاہ کو اس سے رغبت ہوگئی۔ اور اس نے نکاح کا پیغام دیدیا۔ اس نے جواباً کہا۔ کہ میری پہلی شرط تو یہ ہے۔ کہ میں عیسائی رہونگی۔ دوسرے یہ کہ میرے لئے ایک گرجا تعمیر کرایا جائے۔ تیسرے میرا محل بالکل علیحدہ ہوگا۔ چوتھے میں شادی کے بعد بھی اسی طرح آزاد رہوں گی۔ جیسے اب ہوں۔ اور پانچویں یہ کہ تنخواہ کے علاوہ میری جاگیر بھی ہو۔ اور جتنی مراعات مسلمان بیگمات کو ہیں۔ وہ سب مجھے بھی حاصل ہوں۔ وزیر کے مشورہ سے شاہ دوسری شرط کو منظور کرنے کے لئے تیار نہ ہؤا۔ کیونکہ اس سے رعایا میں جوش پیدا ہونیکا احتمال تھا۔ لیکن کیتھی رائن نے بھی اس پر زیادہ اصرار نہ کیا۔ اور شادی ہوگئی۔ اسے مذہبی تعصّب بالکل نہ تھا۔ اور آخر میں یہ مسلمان بھی ہوگئی۔ لیکن مغربی طرز معاشرت کی بہت دلدادہ تھی۔ جب شاہ نے سُنا۔ کہ کیتھی رائن مسلمان ہوگئی ہے۔ تو اس نے خود جاکر اسے کہا۔ کہ مَیں تمہارے عیسائی ہونے سے ناراض نہیں ہوں۔ تم مسلمان کیوں ہوگئی ہو۔ لیکن اس نے جواب دیا۔ کہ میں اب اسلام کو ہی نجات کا ذریعہ سمجھتی ہوں۔ اس پر شاہ نے بیش بہا خلعت بخشا۔ اسے رنگوں کو باہم ملاکر نئے نئے رنگ بنانے کا بہت شوق تھا۔ شیر کا شکار بھی کرتی تھی۔ ایک دِن محل میں چھجہ پر جواہرات کا پلنگ بچھا ہؤا تھا۔ جس پر یہ بیٹھی تھی۔ اتفاقاً چھجہ زمین پر آگرا۔ چونکہ یہ پورے دنوں پیٹ سے تھی۔ بچہ باہر آگرا۔ اور ایک دو گھنٹہ کے بعد مرگیا۔ محمد میرزا کو اطلاع ملی۔ تو وہ بھی آیا۔ یہ اس وقت دم توڑ رہی تھی۔ شاہ نے اس کا بہت ماتم کیا۔ اس کا مقبرہ علی مردان خان کے مقبرہ کے پاس سمرقند میں اب تک موجود ہے۔

سلمانی

یہ خاتون عمر شیخ میرزا کی بیوی یعنی سلطان ظہیر الدین بابر بادشاہ غازی کی سوتیلی والدہ تھی۔ یہ اصل میں یہودن اور خاص یوروشلم کی رہنے والی تھی۔ اس کا دادا سلیمان محمود تغلق کے ہاں توشہ خانہ کا داروغہ تھا۔ اور اس کا باپ حاکم ملتان کا خزانچی تھا۔ جسے ایک شیر نے مار ڈالا تھا۔ باپ کی وفات کے بعد یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ گھر میں اس وقت کوئی اور مرد یا عورت موجود نہ تھی۔ اور اس کے پیدا ہوتے ہی اس کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک درویش کا ادھر سے گذر ہوا۔ اور اس نے یہ حالت دیکھی۔ تو آنول کاٹ کر اسے گود میں اُٹھا لیا۔ یہ فقیر بھی یہودی تھا۔ اس کے گھر میں یہ پرورش پانے لگی۔ فقیر سیلانی آدمی تھا۔ اور اسے بھی ساتھ ساتھ لئے پھرتا تھا۔ کابل کے خطّے میں پھرتے پھراتے فقیر پر بیماری کا سخت حملہ ہؤا۔ اس نے اس لڑکی کو ایک تعویذ دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ تجھے تمام مصائب سے بچائیگا اس کے بعد وہ خود مر گیا۔ لڑکی بہت پریشان تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ کابل تعویذ کو فروخت کرنے لگی۔ مگر اس میں بھی گذر نہ ہؤا۔ اس لئے سمرقند چلی گئی۔ وہاں جاکر یہ ایک پیر شیخ احمد الدین کی مرید ہو گئی۔ اگرچہ ابھی مسلمان نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ مذہب کا ابھی اسے چنداں علم نہ تھا۔ لیکن پیر صاحب نے ایک دن جبراً اس کی عصمت دری کرنے کی کوشش کی۔ کمرہ میں ایک خنجر تھا۔ اس نے اُٹھا کر پیر صاحب پر حملہ کیا۔ وہ زخمی ہوئے۔ مگر اسے بھی زخمی کر دیا۔ اس وقت سمرقند کا حکمران ابو سعید پدر عمر شیخ مرزا تھا۔ اسے اطلاع ہوئی اس نے پیر کو بورے میں رکھ کر جلوا دیا۔ اور سلمانی قتلق نگار بیگم مادر بابر بادشاہ کی خدمت میں دیدی گئی۔ لیکن جب عمر شیخ میرزا نے اسے اپنے لئے پسند کیا۔ تو قتلق نگار بیگم نے خود اسے اپنے خاوند کے پیش کر دیا۔ اور علیحدہ محل مقرر کر دیا۔ شادی نہایت دھوم دھام سے ہوئی۔ عمر شیخ میرزا نے اسے ترکی اور موسیقی کی تعلیم دلوائی۔ موسیقی میں اس نے بہت کمال حاصل کر لیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ پھر اپنے سابقہ مذہب یعنی یہودیت میں پختہ ہو گئی۔ اور اسلام کا جو تھوڑا بہت اثر قبول کیا تھا۔ وہ بھی جاتا رہا۔ مگر عمر شیخ میرزا کو اس بات کا چنداں خیال نہ تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد بابر بادشاہ جب ہندوستان میں آیا۔ تو یہ بھی اس کے ساتھ آئی۔ اور پانی پت کے میدان میں ماری گئی۔ بابر نے ہر چند اس کی لاش تلاش کرائی۔ مگر کچھ سراغ نہ مل سکا۔ اس سے ایک بیٹا جہانگیر نامی بھی تھا۔

میری یا مریم زمانی بیگم

یہ خاتون جلال الدین اکبر بادشاہ کی بیوی تھی۔ اس کا باپ ولیم نامی پرتگیزی تھا۔ اور گوآ میں کیتھولک عیسائیوں کا بڑا رہنما تھا۔ یہ لڑکی نازک اندام۔ حسینہ۔ لیکن عیسائیت کی سخت پابند تھی۔ ایک دن گوآ کے مشن نے دربار اکبری میں عیسائیت کی تبلیغ کے ذرائع پر غور کرنے کے لئے ایک جلسہ طلب کیا۔ جس میں طے پایا۔ کہ ایک سفارت جاکر پہلے اکبر سے آگرہ میں گرجا بنانے کی اجازت حاصل کرے۔ میری کو اس کام پر مامور کر کے دربار اکبری میں بھیجا گیا۔ لیکن اصل منشاء یہ تھا۔ کہ اکبر کی نظر اس پر پڑ جائے۔ اور یہ محل میں داخل ہو جائے۔ یہ لڑکی دربار میں گئی۔ اور گرجا بنوانے کی اجازت طلب کی۔ مگر اس دن اکبر نے صرف اِدھر اُدھر کی ایک دو باتیں کیں۔ اور بطور مہمان شاہی اسے ٹھہرایا گیا۔ تین چار روز کے بعد حکیم ہمام گیلانی کی معرفت اکبر نے شادی کا پیغام دیا۔ جسے اس نے فوراً منظور کر لیا۔ لیکن یہ شرط پیش کی۔ کہ مجھے مذہبی معاملات میں بالکل آزادی ہوگی۔ مریم نے اپنے باپ اور دوسرے پادریوں کو بہت جلد اپنے پاس بلا لیا۔ اس کی خاطر اکبر نے آگرہ میں گرجا تعمیر کروا دیا۔ اور ابوالفضل کو حکم دیا۔ کہ اناجیل کا ترجمہ فارسی میں کیا جائے۔ مریم نے حضرت عیسٰے کی ایک سونے کی تصویر بنوا کر اپنے خاص محل میں رکھی ہوئی تھی۔ جس کی آنکھیں لعلوں کی تھیں۔ جہانگیر کی عمر اس وقت گیارہ بارہ برس کی تھی۔ وہ ایکدن کھیلتا ہوا آیا۔ اور محافظ قلماقینوں کے منع کرنے کے باوجود بُت کو گرا کر اس کی آنکھیں نکال لیں۔ مریم کو جب معلوم ہؤا۔ تو وہ بہت روئی۔ مگر کیا کر سکتی تھی۔ جہانگیر نے وہ لعل جاکر اپنی ماں جودھ بائی کو دیدیئے۔ جس نے مریم کے پاس واپس بھیجدیئے۔ مریم نے اکبر کو عیسائی بنانے کی بیحد کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ آخر گوآ سے آئے ہوئے تمام عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس صدمہ سے مریم کے والد نے زہر کھا لیا۔ اور مریم بھی اسی رنج سے مر گئی۔ اس کی قبر اسی گرجا کے اندر ہے۔

مسیح النساء

یہ مسیحی لیڈی محی الدین والملتہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمتہ کی بیوی تھی۔ سرکیشیا کی رہنے والی تھی۔ کسی نے اسے شہزادی لکھا ہے۔ اور کسی نے پادری کی لڑکی اور کوئی تاجر کی لڑکی بیان کرتا ہے۔ یہ لڑکی انقلاب زمانہ کیوجہ سے پھرتی پھراتی ہندوستان پہنچی تھی۔ صاحب تذکرۂ عالم نے لکھا ہے۔ کہ داراشکوہ کو عیسائیوں سے بہت رغبت تھی۔ اور اکثر عیسائی اس کے پاس آکر مہمان ہؤا کرتے تھے۔ یہ خود بھی کبھی کبھی انکی بستیوں میں چلا جاتا تھا۔ ایک دفعہ داراشکوہ گوآ میں گیا۔ عیسائیوں نے اس کی بہت زیادہ آؤ بھگت کی۔ وہاں اس لڑکی سے اسکا تعارف ہؤا۔ اور اس سے اسے اس قدر محبت ہو گئی۔ کہ مسیحی طریق پر اس سے شادی کر کے اسے آگرہ لے آیا۔ اس لڑکی نے نہایت وفاداری سے اس کی خدمت کی۔ اور اسے ہر طرح خوش رکھا۔ اس کا زیادہ وقت انجیل اور صحائف انبیاء کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا جب شاہجہان کی بیماری میں داراشکوہ کو پے در پے شکستیں ہوئیں۔ تو اس نے اسے ترکی جانیکا مشورہ دیا۔ لیکن وہ نہ مانا۔ حتیٰ کہ وہ گرفتار ہو کر عالمگیر کے پاس لایا گیا۔ وہ زنجیروں میں جکڑا ہؤا تھا۔ ساتھ ہی مسیح النساء تھی۔ لوگ یہ عبرتناک نظارہ دیکھکر رو رہے تھے۔ ڈاکٹر برنیر اس وقت دربار عالمگیری میں موجود تھا۔ اس نے یہ تمام واقعات قلمبند کئے ہیں اگلے روز داراشکوہ کا سر قلم کیا گیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد عالمگیر نے مسیح النساء سے نکاح کی درخواست کی۔ نکاح ہو گیا۔ اور اس سے عالمگیر کا لڑکا کام بخش پیدا ہؤا۔ ماں اور بیٹا دونوں سے عالمگیر کو بیحد الفت تھی۔ لیکن جلال الدین شیروانی نے لکھا ہے۔ کہ اسی عالمگیر سے آخر وقت تک محبت پیدا نہیں ہوئی۔ بہت کم لوگ اس سے واقف ہیں۔ کہ عالمگیر کے حرم میں کوئی عیسائی خاتون بھی تھی۔ اور اسوجہ سے کام بخش کی والدہ کے متعلق بھی بہت اختلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے۔ کہ کام بخش مسیح النساء کے

چندہ خاص کیلئے نئے کارکنان

حضرت کے اِس ارشاد کے ماتحت "کہ علاوہ معمولی کارکنوں کے سب جماعتیں خاص کارکن اس غرض سے مقرر کرینگی"۔ جماعتوں نے ذیل کے نئے کارکن مقرر کر کے اطلاع دی ہے۔

جماعت ماڑی بجگت میں منشی فیض عالم صاحب۔ چوہدری عبداللہ خان صاحب۔ محمد شریف صاحب۔ میاں عبداللہ خان صاحب۔ محمد حسین صاحب۔ محمد صادق صاحب تحصیل کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔

علینو باجوہ دھرگ رنگے پور میں:۔ چوہدری عنایت اللہ خانصاحب ذیلدار۔ چودھری محمد اسمٰعیل صاحب۔ منشی محمد اسمٰعیل صاحب۔ منشی روشن دین صاحب بغرض تحصیل مقرر کئے گئے ہیں۔

گھنوکے حجہ و کوٹ آغا میں:۔ یعقوب خانصاحب۔ طالب دین صاحب۔ محمد خانصاحب۔ رحیم بخش صاحب۔ فضل دین صاحب۔ مولوی محمد رشید صاحب۔

عنایت اللہ خان صاحب بہلو پور۔ سیالکوٹ لکھتے ہیں۔ کہ چندہ خاص جلسہ سالانہ اکتوبر تک ادا ہو جائیں گے۔

حکیم عنایت اللہ صاحب قلعہ صوبا سنگھ سے لکھتے ہیں:۔ کہ اکتوبر تک چندہ جلسہ سالانہ و خاص بقایا چندہ عام ادا کر دیئے جائینگے:۔ (ناظر بیت المال)

68

تاثرات و مشاہدات عرفانی

سینما کی دنیا

سینما عہد حاضرہ کی ایک عجیب و غریب ایجاد ہے۔ جو ملک کی تعلیمی اور تبلیغی اغراض کے لئے بے حد مفید ہے۔ سینما کی ایجاد سے ملک کے اخلاق پر کیا اثر پڑا۔ ایسے اب تمام بلاد میں محسوس کیا جا رہا ہے۔ اور یوماً فیوماً اسے تعلیمی اور تبلیغی مقاصد کے لئے استعمال کیا جانے لگا ہے۔ اگر مجھے کبھی موقع ملے۔ تو میں سینما دیکھنے سے پرہیز نہیں کرتا۔ میں اپالوجی کے طور پر نہیں۔ بلکہ واقعات نفس الامری کے طور پر کہتا ہوں۔ کہ میری غرض دماغی عیاشی نہیں ہوتی۔ بلکہ میں کسی ایسی فلم کے دیکھنے کا شوقین ہوں۔ جو علمی یا تاریخی اور تمدنی سبق اپنے اندر رکھتی ہو۔ بمبئی میں آکر جب میں نے اِدھر اُدھر جانے کا موقعہ پایا۔ تو میں نے یہاں کی دنیائے فلم کی سیر بھی کرنے میں مضائقہ نہ کیا میں یہاں کے تمام بڑے بڑے سینماؤں کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ اب جو میں نے ان کا چکر لگایا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ یہ دنیا ہی بدل گئی ہے۔

سب سے پہلی چیز جو میں نے مشاہدہ کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ عام طور پر وہ فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ جو ہندوستان میں تیار کی جاتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے متعدد کمپنیاں ہندوستان میں بن چکی ہیں۔ اور ہندوستانی ایکٹر ان میں کام کرتے ہیں۔ دوسری بات جو میں نے تعجب کے ساتھ مشاہدہ کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ ان فلموں میں سیاسی اور قومی جذبات کو اُبھارنے والے پلاٹ تجویز کئے گئے ہیں۔ عشق بازی کے فسانے اور اخلاق سوز نظارے یک قلم موقوف کر دیئے گئے ہیں۔ ایسی کہانیاں تیار کی گئی ہیں۔ جن سے ملک میں حرّیت اور سیاسی برتری کی روح پیدا ہو۔ ملک کی آیندہ نسل میں ملک کے لئے قربانی اور استخلاص وطن کے لئے ہر مصیبت اور تکلیف کے برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو۔ اشاعت خیالات کے لئے آج سینما بہت ضروری چیز ہو گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب پہلے پہل فونوگراف آیا۔ تو آپ نے اپنے عمل سے بتایا۔ کہ اس کے ذریعہ ہم اشاعت کا کام لے سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر لالہ شرمپت رائے وغیرہ نے فونوگراف سننے کی خواہش ظاہر کی۔ تو آپ نے نواب صاحب کے ہاں سے فونوگراف منگواکر اس میں وہ مشہور نظم بھروائی۔ جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے ؎

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

یہ بھی آپ کا خیال تھا۔ کہ فونوگراف میں ہم اپنی تقریریں بند کرا دینگے۔ اور ایک ہی وقت مختلف ممالک میں وہ سُنائی جا سکیں۔ یہ حضرت اقدس کے جوش تبلیغ اور خدا تعالےٰ کے پیغام کو پہنچانے کے لئے خارق عادت تمنا کا ثبوت ہے۔ لیکن اب تو خدا تعالےٰ نے اور بھی عجیب و غریب سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ مثلاً آلات نشر صوت کے ذریعہ تمام دنیا میں بآسانی تبلیغ ہو سکتی ہے۔ اور یہ طریق اب انسانی سوسائٹی کی ضروریات زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔ کہ آلہ نشر صوت کے ذریعہ مختلف ممالک کی خبریں اور تقریریں وغیرہ سنتے ہیں۔

غرض سینما کی دنیا نشر و اشاعت کا ایک ذریعہ ہے۔ مگر میں اس کا ہمیشہ سے مخالف ہوں۔ کہ اسے بطور مستقل چیز کے استعمال کیا جائے۔ خاص خاص تقریبوں کی فلم لینے کے میں حق میں ہوں۔ جیسے لنڈن کی تقریبات کی فلم شائع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہمارا سالانہ جلسہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کی فلم تیار ہونی چاہیئے۔ ہم روپیہ خرچ کر کے ایسی فلم تیار نہیں کر سکتے۔ وقت آجائیگا۔ کہ مختلف فلم کمپنیاں اسکی آرزو کیا کرینگی میں یہاں کی دنیائے فلم کے تاثرات بیان کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ ان تماشا گاہوں میں اب قومی اور سیاسی زندگی کے پیدا کرنیکا سامان کیا گیا ہے۔ یا تعلیمی رنگ کی فلموں کو منتخب کیا گیا ہے۔ انگریزی اور امریکن فلمیں بھی بعض تھیٹروں میں دکھائی جاتی ہیں لیکن دن بدن انکی مانگ اور شوق کم ہو رہا ہے۔ میں نے جن فلموں کو دیکھا۔ ان میں ہندوستانی راجوں کی حکومت کا خاکہ اُڑایا گیا ہے۔ اور ان کی استبدادی حکومت سے آزاد ہونے کے لئے اخلاقی جرأت اور قومی کیرکٹر کی تعمیر کے اصول بتائے جاتے ہیں۔ میں جہاں تک سمجھتا ہوں۔ یہ

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

کا مضمون ہے۔ مقصد تو حکومت کے خلاف اس رو اور جوش کو تیز کرنا ہے۔ جو اَب چل چکی ہے۔ لیکن سڈیشن کا خوف کھُلے الفاظ میں کچھ کہنے نہیں دیتا۔ تو ہندوستانی راجوں کے طرز حکومت کو پیش کر کے آزاد ہونے کی راہ پیش کی جاتی ہے۔

اس انہماک کو دیکھ کر مَیں نے سوچا۔ کہ جب تک ہماری جماعت تبلیغ و اشاعت کے کام میں پُوری سرگرمی سے مصروف نہ ہو جائے گی۔ ملک میں ایک پیدا شدہ رَو کو روکنا محال ہو جائے گا۔ اس وقت ملک کے خیالات میں جس چیز نے سب سے پہلا درجہ رکھا ہے۔ اور جس کے لئے وہ ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہے۔ وہ سیاسی آزادی ہے۔

مذہب کو جو مقام پہلے دیا گیا تھا۔ اور وہ سب سے اونچا اور مقدم درجہ تھا۔ یوماً فیوماً وہ اپنی جگہ سے ہلایا جا رہا ہے۔ ملک میں یہ لہر پیدا کی جا رہی ہے۔ کہ وہ وطنیت کو مقدم کریں۔ ایک زمانہ میں یہ بحث پبلک لیڈروں اور اخبارات میں رہی۔ کہ پہلے ہندوستانی پھر مسلمان یا ہندو ہو یا پہلے مسلمان یا ہندو پھر ہندوستانی مگر اب عملاً اس بحث کا خاتمہ کر کے وطنیت کو مقدم کر دیا جا رہا ہے۔ اور وطنیت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اب سینما سے بھی کام لیا جا رہا ہے۔ یہی حال تھیٹروں کا ہے۔ جب اول اول ہندوستان میں تھیٹر کا آغاز ہؤا۔ تو اس میں عشقبازی کے قصوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ تھیٹر ملک کے اخلاق بگاڑنے کے اڈے تھے لیکن ان کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اور وہ اخلاق سکھانے کے مکتب بنا دیئے گئے ہیں۔ اور اب اس سے ترقی کر کے انہیں بھی وطنیت کا معلم بنا دیا گیا ہے۔

پارسیوں کا نوروز

اگلے روز پارسیوں کا نوروز تھا۔ اور اس تقریب کے لئے ایک خاص ڈراما یزدجرد یا یادِ وطن تیار کیا گیا تھا۔ میں بھی اس کے دیکھنے کے لئے گیا۔ میں پارسیوں کی تمدنی زندگی کا ایک مجموعی مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ گو میں گجراتی زبان کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن میں واقعات کو دیکھ کر کسی نتیجہ پر پہونچنے کی قابلیت سے خداداد حصہ رکھتا ہوں۔

پارسی ٹکٹ فروش نے مجھے جانے سے منع کیا۔ یہ کہہ کر کہ صاحب گجراتی کھیل ہے۔ آپ سمجھ نہیں سکیں گے۔ مگر میں نے کہا۔ کہ آپ کا کیا حرج ہے۔ بالآخر میں گیا۔ اور میں نے پارسی قوم کا ایک بہت بڑا مجمع تھیٹر میں مشاہدہ کیا۔ باوجودیکہ اس سے پہلے اسی روز تین مرتبہ یہ کھیل ہو چکا تھا۔ مَیں نے غور سے دیکھا۔ کہ سارے مجمع میں زیادہ سے زیادہ پانچ چھ مسلمان ہوں گے۔ ورنہ تمام تھیٹر پارسیوں سے بھرا ہوا تھا۔ یادِ وطن کے الفاظ خود اپنے مفہوم کو بتاتے ہیں۔ پارسی قوم میں وطنیت کی لہر پیدا کرنے کے لئے اور ایران پر مالکانہ نظر پیدا کرنے کے لئے یہ پارسی قوم کا اقدام ہے۔

اگر آپ قومی زندگی چاہتے ہیں۔ تو پہلے قوم کے اندر ان بجھی ہوئی حسیات اور جذبات کو پیدا کرو۔ جن کے ذریعہ قوت عمل پیدا ہوتی ہے۔ جذبات اور احساسات ایک مخفی بیٹری کا کام دیتے ہیں۔ ان کے ذریعہ ہی عملی قوت پیدا ہوا کرتی ہے۔ میں دیکھتا تھا۔ کہ ایک ایک حصہ پر پارسی قوم کے افراد ہیں۔ ایک بجلی کی رو پیدا ہو جاتی تھی۔ ان میں عزم و استقلال اخوت و مساوات کے لئے جوش پیدا ہوتا تھا۔ میں جس خیال کا اظہار کرتا ہوں۔ بہت ممکن ہے۔ یہ عجیب و غریب اور دور از قیاس سمجھا جائے۔ لیکن میرے دماغ میں یہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بار بار پیدا ہوتا ہے۔ میں اس کے اظہار سے نہیں رک سکتا۔ کہ پارسی اپنے وطن عزیز کی طرف مراجعت کریں گے۔

یہ مراجعت کس قسم کی ہوگی۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہودیوں نے فلسطین کو اپنا وطن بنانے کا جو تہیہ کیا۔ اور جس سکیم کو لیکر صیہونی تحریک نے جنم لیا۔ وہ کوئی مخفی بات نہیں۔ پارسی ایک دولتمند قوم ہے۔ وہ علمی۔ تجارتی۔ اور اقتصادی حیثیت میں کسی سے پیچھے نہیں باوجودیکہ انہیں ہندوستان آئے ہوئے زمانہ دراز گذر گیا ہے۔ اس نے اپنے مذہب کو اب تک عزیز رکھتا ہے۔ اس لئے اگر وہ ایران کی طرف جانے کا قصد کریگی۔ تو اسی موجودہ رنگ اور شان میں۔ اس کے سیاسی اثرات ایرانی حکومت پر کیا ہونگے؟ یہ ایک غور طلب مضمون ہے۔

میں نے دیکھا۔ کہ پارسیوں نے اپنے تمدن میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ میں نے جس قدر مردوں اور عورتوں کو اس تھیٹر میں دیکھا۔ سب کو بالعموم غیر ملکی کپڑوں میں ملبوس پایا۔ ہندوؤں میں میں دیکھتا ہوں۔ کہ یہاں عام طور پر گاندھی ٹوپی اور کھدر کا استعمال ہے۔ لیکن پارسیوں کو میں نے اسی لباس میں دیکھا جس میں وہ پہلے نظر آتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ پارسی قوم میں ہندوستان کی موجودہ تحریک کے ہمدرد اور خیر خواہ نہیں۔ ان میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ میں اس کی وجہ جو کچھ سمجھا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنا وطن ایران کو سمجھتے ہیں۔

اور ایران کی تعمیر کے لئے ان کے دلوں میں جوش اور امنگ پائی جاتی ہے۔ اگر پارسیوں میں اشاعت اسلام کا کام کیا جاوے۔ اور انہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کیا جاوے۔ اور یہ قوم اس حقیقت سے آشنا ہو کر ایران کی تعمیر میں اپنی قوت اور ذرائع کو لگا دے۔ تو لاریب ایران کے لئے بہت ہی برکت کا موجب ہوگا۔ لیکن اگر یہ اسلام سے نفرت لیکر تعمیر وطن کے لئے کھڑے ہوئے تو وطن عزیز کے لئے خطرہ کا موجب ہو سکتا ہے؟

بمبئی کا اقتصادی ابتلاء

یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ سول نافرمانی کی تحریک نے اقتصادی طور پر حکومت اور اہل ملک کو خطرناک نقصان پہنچایا ہے۔ مگر میں حکومت کے نقصان کو بھی ملک ہی کا نقصان یقین کرتا ہوں۔ اس لئے کہ حکومت کو اپنی ضرورتوں کے پورا کرنیکے لئے یا نئے ٹیکس لگانے پڑینگے۔ یا اپنے محکموں سے آدمیوں کو کم کرنا ہوگا۔ اور دونوں صورتوں میں اس کا اثر ملک پر پڑتا ہے۔

بمبئی میں یہ ابتلاء نہایت خطرناک طور پر آیا ہے۔ ہر قسم کے کاروبار قریبًا معطل ہیں۔ اور بڑے بڑے لکھ پتی سوداگروں کی حالت نزار ہے۔ حکومت کے ہر صیغہ میں آمدنی کی کمی ہے۔ ایک کروڑ سے زائد نقصان آمدنی میں ہو چکا ہے۔ مگر باوجود ایسے شدید نقصانات کے حکومت اور پبلک اپنے اپنے راستوں پر متوازی چل رہے ہیں۔

تجارتی منڈیوں کا سرد ہو جانا اور اقتصادی زلزلہ کی شدت پہلے ہی کچھ کم نہ تھی۔ کہ دو چار روز سے بارش کا ایک لگاتار سلسلہ جاری ہے۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ گذشتہ ۴۴ سال کے ریکارڈ کو مات کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایک مرتبہ خدا سے وحی پاکر فرمایا تھا۔ کہ صحنوں میں ندیاں چلیں گی۔ اور آج یہ نظارہ میں نے یہاں اپنی آنکھ سے دیکھا۔ بازاروں اور کوچوں میں بعض جگہ چار اور پانچ فٹ تک پانی چڑھ گیا۔ اور تمام ذرائع آمدورفت کے مسدود ہو گئے۔ ٹرین۔ ٹراموے اور موٹر ٹیکسی سب بند ہو گئیں۔ اور اس بارش کے سبب سے اب تک جو اندازہ نقصان کا کیا گیا ہے۔ اس کی مقدار پچاس لاکھ بتائی جاتی ہے۔

یہ اس نقصان سے الگ ہے۔ جو ریلوے کمپنیوں کو ہوا ہے اس نقصان میں غلہ کے سوداگروں کا نقصان بہت بڑا ہے۔ ایک طرف کاروبار کا تعطل دوسری طرف یہ آسمانی ابتلاء اہل بمبئی کے بیدار کرنے کے لئے ایک آسمانی تنبیہ ہے۔ اللہ تعالےٰ رحم کرے مصیبت یہ ہے۔ کہ باوجود اس قسم کی مصائب کے لوگوں میں وہ بیداری پیدا نہیں ہوئی۔ کہ وہ خدا کی طرف متوجہ ہوں۔ وہ اس قسم کی بات تک سننے کے بھی تو روادار نہیں ہیں۔ وہ تمام مصیبتوں اور دکھوں کا ایک واحد علاج سمجھتے ہیں۔ اور ان کے الفاظ میں وہ علاج "انقلاب زندہ باد" کے نعرہ کے نیچے ہے۔ اگر انقلاب زندہ باد کے نعرے ان مصیبتوں کو دور کر سکتے۔ اور ہمارے دکھوں کا علاج ہو سکتے۔ تو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں صدا بلند ہو گئی۔ لیکن اس انقلاب نے ہمارے اخلاق۔ ہماری معاشرت اور تمدنی زندگی پر الٹا اثر کیا ہے۔ سیاسی زندگی تو دور کی بات ہے۔ غرض بمبئی اقتصادی مشکلات میں خطرناک طور پر گھرا ہوا ہے۔ اور اس کا انجام بہت بڑی دھمکی دے رہا ہے۔ ایسے موقعہ پر اس آواز کے خلاف آواز اٹھانا نہایت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ لوگ مرگ انبوہ جشنے دارد پر عمل کر رہے ہیں۔ اور بہتوں کو دیکھا۔ کہ وہ مجبور ہیں۔ میں نے بعض کو سخت شاکی پایا۔ اور وہ اس تحریک کو گالیاں دیتے ہیں۔ لیکن عملاً مجبور ہیں۔ اور کچھ کر نہیں سکتے:

(خادم عرفانی)

69

چوتھا ایڈیشن بھی ختم ہو گیا

پانچواں ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ جلد درخواستیں بھیجیں

رسالہ "ہندو راج کے منصوبے" کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

ارشاد

میاں فضل حسین صاحب نے مجھ سے اجازت لیکر بلکہ میری پسندیدگی اور خواہش کے مطابق ایک کتاب "ہندو راج کے منصوبے" لکھی ہے۔ افسوس کہ اس وقت تک کم فرصتی کی وجہ سے میں اسے پڑھ نہیں سکا تھا۔ اب اس کتاب کو دیکھنے کے بعد میں اس کے متعلق اپنی رائے لکھتا ہوں۔ کہ یہ کتاب نہایت محنت سے لکھی گئی ہے۔ اور اس میں اس امر کو واضح کر دیا گیا ہے۔ کہ ہندوؤں کے تمام لیڈر مذہبی ہوں یا سیاسی صرف اس امر کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کہ ہندوستان میں ویدک راج جاری کیا جائے۔ تبلیغ اسلام کو جبراً روکا جائے۔ اور مسلمانوں کو تنگ کر کے یا اس ملک سے نکال دیا جائے۔ یا انہیں شدھ کر لیا جائے۔ اس کتاب میں اس قدر حوالہ جات ہندوؤں کے درج کئے گئے ہیں۔ کہ ان کو پڑھ کر اس حقیقت سے انکار ہی نہیں ہو سکتا۔ کہ ہندوؤں کا ایک بڑا طبقہ ہندوستان سے اسلام کو مٹا دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ میرے نزدیک یہ کتاب اس قابل ہے۔ کہ ہر مسلمان اپنے بچوں کو اس کا مطالعہ کرائے اور اس کے مطالب یاد کرا دے۔ تاکہ آئندہ نسلیں ہندوؤں کے منصوبوں سے آگاہ ہو جائیں۔ سکولوں اور کالجوں کے مسلمان طلبا میں اس کی اشاعت بہت مفید ہو سکتی ہے۔ اور ضرورت ہے۔ کہ بنگالی سندھی۔ مالاباری پشتو اور فارسی میں اس کا ترجمہ کر کے اس کے مطالب سے تمام ہندوستانی مسلمانوں کو واقف کیا جائے۔ والسلام (خاکسار مرزا محمود احمد) خلیفۃ المسیح الثانی

دوستوں کو چاہئے۔ کہ اس ضروری کتاب کی اشاعت میں پوری پوری سعی فرمائیں۔ اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں منگوا کر حضور انور کی خواہش کو پورا کریں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں۔

قیمت فی نسخہ ۶؍ ایک روپیہ کے تین۔ پچیس ۲۵ کی قیمت ۴؍ پچاس کی ساڑھے بارہ روپے سیکڑہ کی قیمت بیس روپے؛

ملنے کا پتہ:- **بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان (پنجاب)**

"بے روزگاروں کیلئے نادر موقعہ"

امریکہ کے سیکنڈ ہینڈ کوٹوں کی تجارت کر کے بے روزگاری سے نجات حاصل کیجئے۔ ہم نے امسال قیمتوں میں بھی خاص رعایت کر دی ہے۔ گرم کوٹ مردانہ مختلف سائز و رنگ یکصد کوٹوں کی سربند گانٹھ درجہ اول دو صد بائیس ۲۲۲ روپیہ۔ اوورکوٹ پچاس عدد کی گانٹھ درجہ اول یکصد اسی (۱۸۰) روپیہ۔ جملہ گانٹھیں امریکہ کی سربند ہوں گی۔ اور نمبر اول لکھا ہو گا۔ پچیس فیصدی پیشگی آنے پر بقیہ رقم کا وی۔ پی۔ ہو گا۔ کل قیمت پیشگی بھیجنے والے کو پانچ روپیہ فی گانٹھ کے حساب سے رعایت دی جاتی ہے۔ کرایہ ریل معاف۔ تین یا زائد گانٹھیں اکٹھی طلب کرنے والے کو دو روپیہ سینکڑہ کی مزید رعایت۔ مال عمدہ ہو گا۔ آزمائش شرط ہے۔ خاطر خواہ ماہواری مال منگوانے والے کو دس روپیہ ماہوار کرایہ دکان بھی ملیگا۔

کٹ پیس کی تجارت کے خواہش مند قواعد طلب کریں۔ جواب کے لئے ٹکٹ آنا ضروری ہے؛

دی اینگلو امریکن ٹریڈنگ کمپنی بمبئی نمبر ۸

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— ۲۴ر ستمبر کو دس بجے پنڈت کے سنتانم اور مولوی عبد القادر قصوری گجرات جیل سے رہا کر دیئے گئے۔

—— شملہ سے ۲۴ر ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ ہندو مہاسبھا ڈیرہ اسمٰعیل خان کے صدر نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے نام ایک تار ارسال کیا ہے۔ کہ صوبہ سرحد کے ہندوؤں کو گول میز کانفرنس میں کافی نیابت عطا کی جاوے ؛

—— ریاست کولھاپور کے ایک جیل سے تیرہ قیدی پہرہ دار سپاہیوں کی بندوقیں لیکر فرار ہو گئے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔ دن بھر جیل سے باہر کام کرنے کے بعد سپاہی شام کو انہیں واپس لا رہے تھے۔ کہ راستہ میں بندوقیں رکھکر کسی اور شغل میں لگ گئے۔ قیدیوں نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر بندوقیں اٹھائیں۔ اور بھاگ گئے ؛

—— قونصل جنرل افغانستان کا دفتر شملہ میں ۲۵ر ستمبر کو بند ہو کر یکم اکتوبر کو دھلی میں کھلیگا

—— شملہ ۲۲ ستمبر کی ایک اطلاع ہے۔ کہ حکومت نے ہندوستان میں مبارکباد کے تاروں کی شرح محصول میں تخفیف کرنے کے متعلق ڈاکخانہ اور تار گھر کے ڈائرکٹر جنرل کی تجویز منظور کر لی ہے۔ یہ رعایت کرسمس، سال نو، دیوالی، سالگرہ، عید اور عطائے خطابات پر مبارکباد کے تاروں کے سلسلے میں دی جائیگی۔ جملوں پر سلسلہ وار نمبر لگائے جائینگے۔ اور تار بھیجنے والا صرف جملے کا نمبر دیدیا کریگا۔ اور منزل مقصود کے دفتر سے خوبصورت فارموں پر جاذب نظر لفافوں میں بند کر کے مرسل الیہ کو پیغام تہنیت پہونچا دیا جائیگا۔ ان تاروں کی فیس آٹھ آنے ہوگی۔ جس میں پیغام تہنیت تار وصول کرنے والے کا نام و پتہ اور بھیجنے والے کا نام درج ہونگے۔ فیس صرف آٹھ آنے ہوگی۔ ہر زائد لفظ کے لئے ایک آنہ لیا جائیگا ؛

—— الٰہ آباد کی کانگریس کمیٹی نے ہر قسم کے مقامی تنازعات کے تصفیہ کے لئے ایک عدالت مقرر کی ہے ۲۳ستمبر کو اس عدالت نے پہلا فیصلہ صادر کیا۔ جس میں ملزم کو ایک روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ فریقین فیصلہ پر مطمئن ہو گئے ؛

—— شملہ ۲۲ر ستمبر۔ فری پریس کے نمائندہ کو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت ہند نے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں ڈپٹی گورنر جنرل کا عہدہ منظور کیا ہے۔ جس کا کام وائسرائے کے فرائض منصبی میں مدد دینے کا ہوگا۔ اس کی تنخواہ دیگر ارکان کونسل کے برابر ہوگی

—— دہلی میں ۲۳ر ستمبر کو ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کانگریس کی جنگی کونسل کے تیسرے ڈکٹیٹر مسٹر آصف علی بیرسٹر ایٹ لاء کو ۶ ماہ قید محض کی سزا دی ؛

—— لندن سے ۲۲ر ستمبر کی خبر ہے کہ سر شفیع اور ان کی بیگم صاحبہ مسز شاہ نواز کی معیت میں وکٹوریہ سٹیشن پر وارد ہوئے۔ سر شفیع نے کہا۔ کہ مجھے گول میز کانفرنس کی کامیابی کی پوری امید ہے۔ مسٹر ویجوڈ بین کے سیکرٹری نے آپ کا استقبال کیا۔

—— دھلی میں ۲۰ر ستمبر کو ایک سو سے زائد تانگے والوں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے تانگوں پر قومی جھنڈا لہرائینگے۔

—— مدراس سے ۲۰ر ستمبر کی خبر ہے۔ کہ کل کنانور کے سنٹرل جیل میں ایک قیدی نے چھت پر چڑھکر قومی جھنڈا نصب کر دیا۔ اس پر تمام جیل قومی نعروں سے گونج اٹھا ؛

—— کلکتہ سے ۲۱ر ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ کان پور کے ایک نوجوان کو اس الزام میں پکڑا گیا تھا۔ کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے کمرے میں بم پھٹنے کی واردات ہوئی تھی سیشن جج نے فیصلہ کیا۔ کہ ممکن ہے۔ بم کسی اور نے رکھدیا ہو۔ اور ملزم کو بری کر دیا ؛

—— بمبئی۔ ۱۹ر ستمبر محلہ ڈونگری میں پٹھانوں کی دو جماعتوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ دو پٹھان قتل اور سات زخمی ہوئے ؛

—— ناگپور کی ایک اطلاع ہے۔ کہ مسٹر تانبے کے گول میز کانفرنس میں جانے کے بعد سر ہری سنگھ گور سی پی کے ہوم ممبر ہونگے ؛

—— بجنور میونسپل بورڈ نے اپنے ملازمین کے لئے سودیشی کپڑا پہننا ضروری قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی حدود میونسپلٹی میں شراب کی فروخت بند کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

—— مصر کے حالات کے متعلق تازہ اطلاع یہ ہے۔ کہ نحاس پاشا نے بحیثیت رئیس وفد ایک اعلان شایع کیا ہے۔ جس میں موجودہ حکومت کو غیر آئینی حکومت قرار دیا ہے۔ اور لوگوں کو عدم ادائیگی محاصل کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ ایسا کرنے والوں کے اموال حکومت ضبط کرتی جا رہی ہے شہزادہ عمر طوسون جو شاہ فواد والئے مصر کے چچا زاد بھائی ہیں۔ تخت حاصل کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اور جماعت وفد کا ساتھ دے رہے ہیں ؛

—— لندن کی ایک خبر مظہر ہے۔ کہ آئرلینڈ جمعیۃ الاقوام کا ممبر بن گیا ہے۔ پرتگال اور چین دو ووٹوں کی کمی کے باعث ممبر نہیں بن سکے ؛

—— روس کی حکومت نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ تمام ملک میں عورتوں کے لئے جنگی خدمت کو لازمی کر دیا جائے۔ چنانچہ نوجوان لڑکیاں ملٹری پریڈ سیکھ رہی ہیں ؛

—— لاہور سے ۲۳ر ستمبر کی ایک اطلاع ہے۔ کہ مقدمہ سازش لاہور کا فیصلہ ۸ر اکتوبر۔ کی بجائے غالباً ۴ر اکتوبر کو سنا دیا جائے گا ؛

—— احمد آباد کی ایک اطلاع ہے۔ کہ گاندھی جی کے فرزند مسٹر رام داس گاندھی سزائے قید بھگت کر رہا ہو گئے ہیں ؛

—— دہلی کی ایک خبر ہے۔ کہ گورنمنٹ نے "میگزین" اور "مہاتما گاندھی کی لڑائی" نامی دو کتابیں ضبط کر لی ہیں۔ اس سلسلہ میں کئی کتب فروشوں کی تلاشیاں لی گئیں ؛

—— شملہ میں یہ افواہ بہت زوروں پر ہے۔ کہ اسمبلی کا ایک مختصر سا اجلاس اکتوبر میں اس لئے ہوگا۔ کہ مختلف آرڈیننسوں کی میعاد میں توسیع کی جا سکے ؛

—— کشمیر گورنمنٹ نے وہاں کی ایک ہندو فرم کو تین لاکھ روپیہ بطور قرض اس لئے دیا ہے۔ کہ وہاں ریشم کا کارخانہ نہایت اعلیٰ پیمانہ پر جاری کیا جائے۔ اس کارخانہ کے لئے جو سامان باہر سے منگوایا جائے گا۔ اس پر محصول جنگی بھی معاف ہوگا ؛

—— لکھنؤ سے ۲۴ر ستمبر کی ایک اطلاع ہے۔ کہ ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ر ستمبر کو آل انڈیا مسلم کانفرنس کا اجلاس وہاں منعقد ہوگا۔ تا گول میز کانفرنس میں شامل ہونے والے مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے۔ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل ہونا چاہئیے ؛

—— شمالی سندھ کے سیلابات کے متعلق کمشنر نے ایک تبصرہ شایع کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۷½ لاکھ ایکڑ اراضی پر طغیانی کا اثر ہوا۔ مالیہ کے خسارہ کا اندازہ سات لاکھ ہے۔ چالیس ہزار لوگ بے خانماں ہو گئے ہیں ؛

—— محکمہ اطلاعات کی ایک رپورٹ مظہر ہے۔ کہ اس وقت تک پنجاب میں ۲۵۷ سیاسی قیدی اور ملزم معافی مانگ کر مخلصی پا چکے ہیں۔ کانگریس کو بھی اسی وجہ سے ہوش آ رہا ہے ؛

—— کھلنا (بنگال) میں ۲۴ر ستمبر کو مقامی تھانہ پر بم پھینکا گیا۔ جس سے سب انسپکٹر اور ایک سپاہی زخمی ہوا ؛

—— بمبئی سے ۲۳ر ستمبر کی ایک خبر ہے۔ کہ تعلقہ بردولی کے کاشتکار اپنے دیہات کو چھوڑ کر ملحقہ دیسی ریاستوں میں جا رہے ہیں۔ وہ جائیداد منقولہ کو ہمراہ لے جاتے ہیں۔ عدم ادائگی محاصل کی وجہ سے حکومت ان پر تشدد کر رہی ہے ؛

—— کلکتہ میں ۲۴ر ستمبر کو چیف پولیس کمشنر نے اعلان کیا ہے۔ کہ ایک سال کے لئے شہر اور مضافات میں لاٹھی۔ بندوق، تلوار وغیرہ ہتھیار لیکر چلنے کی ممانعت ہے ؛

—— کلکتہ سے ۲۴ر ستمبر کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ بنگال میں ڈاکخانجات کے محکمہ کی آمدنی امسال ۳۶½ لاکھ کی کمی ہوئی ہے۔

—— بمبئی میں ۲۴ر ستمبر کو چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ نے وار کونسل کو حکم دیا ہے۔ کہ ۳ ماہ تک کانگریس بلیٹین نہ شایع کریں ؛

(عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شایع کیا)